مفتی محمد محمود شاہ الوری علیہ الرحمہ

(١٣٢٢ھ/١٩٠٥ء ـــــ ١٤٠٧ھ/١٩٨٧ء)

حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کے فرزند نسبتی حضرت العلامہ الحاج مفتی شاہ محمد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ جید عالم دین، مشہور مفتی، عظیم مدرس اور صاحب قلم بزرگ تھے۔[١]

ولادت باسعادت:

مفتی محمد محمود الوری ابن مولانا رکن الدین شاہ علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ٥/ذی الحجہ ١٣٢٢ھ/ ١١/فروری ١٩٠٥ء[٢] شب جمعۃ المبارک ''الور'' میں ہوئی۔[٣]

سلسلہ نسب:

مفتی محمد محمود شاہ الوری علیہ الرحمہ کا سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے صحابیٔ رسول اور میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔[٤]

تحصیل علم:

آپ ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد رحمہما اللہ ممتاز علماء تھے۔[٥]

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر ہی پر والد محترم حضرت مولانا رکن الدین شاہ علیہ الرحمہ اور جد امجد حضرت فریدالدین علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ فارسی میں ''گلستان'' اور ''بوستان'' اور

١۔ انوار مظہریہ، ص ٢٧٥

٢۔ محمد جہانگیر، حاجی: جہانگیر صد سالہ جنتری، مطبوعہ لاہور ١٩٧٦ء

٣۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ١٩٦٩ء، ص ١٠٦

٤۔ محمد زبیر، صاحبزادہ ڈاکٹر: سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، ص ٣٠٠، مطبوعہ حیدرآباد ١٩٩٧ء

٥۔ محمد صدیق ہزاروی، علامہ: تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ لاہور ١٩٧٩ء، ص ٣٢٣

عربی میں ''ہدایۃ النحو'' تک پڑھا۔اس کے بعد:

☆ اجمیر شریف تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں قطبی، شرح جامی اور شافیہ وغیرہ کتب عربیہ پڑھیں۔

☆ پھر دہلی تشریف لے گئے اور وہاں مدرسیہ عالیہ مسجد فتحپوری میں مولانا برکات احمد ٹونکی کے تلمیذ رشید مولانا عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ سے منطق کی کتابیں ''صغریٰ، کبریٰ، مرقات شرح تہذیب'' اور ''قطبی'' وغیرہ پڑھیں۔اور فلسفہ میں ''ہدیہ سعدیہ'' تک پڑھا ——اس کے علاوہ ''شرح جامی وشرح وقایہ اور مختصر المعانی'' وغیرہ بھی پڑھیں۔

☆ دہلی سے حضرت مفتی صاحب بھوپال تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ احمدیہ میں مولانا محمد حسن صاحب علیہ الرحمہ سے کتب احادیث مشکوٰۃ شریف، ترمذی شریف، بخاری شریف اور مسلم شریف وغیرہ پڑھیں۔

☆ پھر بھوپال سے واپس اجمیر شریف تشریف لائے اور یہاں

- ——اصول فقہ میں: نورالانوار، حسامی، تلویح علی التوضیح
- ——علم کلام میں: شرح عقائد مع خیالی
- ——ادب میں: سبعہ معلقہ، مقامات جریری اور دیوان متنبیؔ
- ——تفسیر میں: تفسیر مدارک اور تفسیر جلالین
- ——احادیث میں: ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، بخاری شریف اور مسلم شریف دوبارہ پڑھیں۔
- ——منطق میں: رسالہ میر زاہد، ملا جلال، ملاحسن، حمداللہ اور قاضی،
- ——ریاضی میں: اقلیدس پڑھی۔

حضرت مفتی صاحب نے مدرسہ معینیہ عثمانیہ سے سند تکمیل حاصل کی——اس طرح:

- ——تعلیم کا آغاز حضرت مولانا شاہ رکن الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا اور
- ——تکمیل حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، علیہ الرحمہ کے دربار میں ہوئی۔

نقشبندیہ اور چشتیہ نسبتوں کے سایہ میں جس نے علم حاصل کیا، اس نے سب کچھ حاصل کرلیا۔[1]

فن طب:

علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد آپ پھر دہلی تشریف لے گئے، اور حکیم جمیل الدین صاحب سے طب میں:

☆شرح موجز ☆کلیات نفیسی ☆شرح وحمیات القانون للشیخ الرئیس بوعلی سینا

پڑھیں اور سند تکمیل حاصل کی۔ حکیم جمیل الدین صاحب مشہور ومعروف طبیب حکیم اجمل خاں کے استاذ اور بانی طبیہ کالج، دہلی حکیم عبدالمجید کے تلمیذ رشید تھے۔[2]

فن طب میں سند حاصل کرنے کے بعد حکیم عبدالمجید صاحب کے صاحبزادے اور حکیم اجمل خاں کے جانشین حکیم محمد ظفر خاں دہلوی کے مطب میں عملی تجربہ کیا اور سند تجربہ بھی حاصل کی۔[3]

الغرض حضرت مفتی صاحب تکمیل علوم اور سند فراغ کے حصول کے بعد ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء میں واپس اپنے وطن مالوف الور تشریف لائے۔[4] آپ نے بیس پچیس سال تحصیل علوم وفنون میں گزارے۔[5]

اساتذہ کرام:

حضرت مفتی صاحب پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم رہا۔ اساتذہ ملے تو اپنے وقت کے جلیل القدر علماء، مثلاً:

☆ اجمیر شریف میں مولانا معین الدین علیہ الرحمہ جو مولانا برکات احمد ٹونکی کے تلمیذ رشید تھے اور فلسفہ ومنطق کے مانے ہوئے استاد تھے۔

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۰۷
۲۔ محمد حسن قرشی، حکیم: دستور الاطباء جلد اول، ص ۱۳
۳۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۰۸
۴۔ تعارف علمائے اہل سنت، ص ۳۲۴
۵۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۰۸

☆ مولانا امجد علی اعظمی صاحب علیہ الرحمہ جن کو فقہ اور اصول فقہ وغیرہ پر کامل عبور تھا، اور جن کی مشہور و معروف تصنیف ''بہار شریعت'' کئی مجلدات میں ہے۔ جو مسائل فقہ کی ایک مبسوط انسائیکلوپیڈیا ہے۔

☆ مولانا عبداللہ صاحب بھی مانے ہوئے استاد تھے۔

☆ ان کے علاوہ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب علیہ الرحمہ متبحر عالم تھے۔ آپ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمہ (تلمیذ نواب قطب الدین خاں'' صاحب ''مظاہر حق'') کے فرزند اور تلمیذ رشید تھے۔

☆ بھوپال میں مولانا محمد حسن صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھا۔

☆ دہلی میں مولانا برکات احمد ٹونکی کے شاگرد مولانا عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ سے پڑھا۔

☆ ان کے علاوہ علم الفرائض میں سراجی حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ خطیب شاہی مسجد جامع فتحپوری، دہلی سے پڑھی ——— ایک عرصہ بعد آپ ہی سے علم توقیت کی بھی تحصیل کی۔ چنانچہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے خطوط جو آپ نے حضرت مفتی صاحب کو ارسال فرمائے ان سے اس کا پتا چلتا ہے۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''مری تمنا یہ ہے کہ میری زندگی میں آپ حضرات اس فن (علم توقیت) میں مہارت پیدا فرمالیں۔''[1]

اسی طرح ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں کب تک بیٹھا رہوں گا۔ طبیعت چاہتی ہے کہ اپنی زندگی میں اس میں (علم توقیت) میں مہارت پاکر یہ خوشی میسر آجاتی۔''[2]

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ پاک و ہند میں علم الفرائض اور علم توقیت میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ قدس سرہٗ العزیز۔[3]

1۔ مکتوب محررہ ۲۳ را پریل ۱۹۵۵ء بنام مفتی محمد محمود علیہ الرحمہ

2۔ مکتوب موصولہ ۱۶ رمئی ۱۹۶۳ء بنام مفتی محمد محمود علیہ الرحمہ

3۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۰۸۔

بیعت وارادت:

حضرت مفتی صاحب دورانِ تعلیم اپنے والد ماجد قدس سرہٗ العزیز سے بیعت ہو گئے تھے لیکن طلب علم اور شوق مطالعہ نے حضرت مرحوم کی روحانی مجالس میں شرکت کا موقع نہ دیا۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد بھی یہی حال رہا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مرحوم نے آپ سے فرمایا:

''علم دو قسم کے ہوتے ہیں: ☆علم سفینہ ☆اور علم سینہ

تم نے علم سفینہ (کتابی علم) تو حاصل کیا مگر یاد رکھو کہ علم سینہ کتابوں سے نہیں ملتا، صحبت اہل اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔''

ع دل سے جو بات نکلتی اثر رکھتی ہے

چنانچہ اس پرتاثیر نصیحت کا حضرت مفتی صاحب پر پورا پورا اثر ہوا۔ خود تحریر فرماتے ہیں:

''قلب پر اثر ہوا کہ کتابیں تو ہر وقت موجود ہیں، جب چاہا مطالعہ کر لیا لیکن صحبت کہاں؟ —— مجلس اقدس میں حاضر ہونے لگا۔ پھر تو حضرت کے فیضان قلبی نے دل کو پکڑ لیا۔ ''مکتوبات امام ربانی'' حضرت سے پڑھنا شروع کر دیا، وہ فیض ربانی اور نسبت کا غلبہ ہوا کہ پڑھنے پر قادر نہ ہوتا، آنکھیں بند ہوتی چلی جاتیں۔ اب مراقبوں کا ذوق بڑھنے لگا۔ مطالعہ مؤخر ہو گیا۔ دل سے نقوش ماسویٰ محو ہونے لگے —— یہاں نہ کسی علم کی رسائی ہے اور نہ کسی فن کی محویت بڑھتی گئی یہاں تک کہ خود سے بھی بے خودی ہو گئی۔ دوسرا اعلان پہنچ گیا:

تو اصلا مباش کمال این است وبس

اب کچھ بھی نہ رہا، ایک فانی ہستی کا کیا ذکر۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ! نہ مرشد ایسے ملتے نہ یہ ذوق حاصل ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں یہ فضل فرمایا کہ اساتذہ کامل عطا فرمائے، وہاں مرشد بھی کامل عطا کیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔''[1]

---

[1] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۰۹

سلسلہ طریقت:

آپ کا مسعودی نقشبندی سلسلہ طریقت گیارہ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ تک اس طرح پہنچتا ہے:

☆ حضرت شاہ محمد رکن الدین علیہ الرحمہ (م۔۲۱ر شوال المکرّم ۱۳۵۵ھ)

☆ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م۔۱۰ر رجب المرجب ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء)

☆ سید امام علی شاہ علیہ الرحمہ (م۔۱۳ر شوال المکرّم ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء)

☆ حاجی حسین شاہ علیہ الرحمہ (م۔۷ر صفر المظفر ۱۲۴۴ھ)

☆ قاضی احمد متقی علیہ الرحمہ (م۔۱۶ر ذیقعد ۱۲۲۳ھ)

☆ خواجہ محمد زماں علیہ الرحمہ (م۔۴ر ذیقعد ۱۱۸۸ھ)

☆ خواجہ محمد مظہری سندھی علیہ الرحمہ (م۔۹ر ذی الحجہ ۱۱۸۸ھ)

☆ خواجہ محمد ذکی رازداں علیہ الرحمہ (م۔۱۱۴۳ھ)

☆ خواجہ محمد حنیف علیہ الرحمہ (م۔یکم صفر المظفر ۱۱۳۳ھ)

☆ خواجہ عبد الاحد علیہ الرحمہ (م۔۲۷ر ذی الحجہ ۱۱۲۷ھ)

☆ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ (م۔۹ر ربیع الاول ۱۰۷۹ھ)

☆ امام ربانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ (م۔۲۸ر صفر المظفر ۱۰۳۴ھ)[1]

حضرت شاہ رکن الدین علیہ الرحمہ کو حضرت ضیائے معصوم علیہ الرحمہ کے ذریعہ جو نقشبندی سلسلہ کی اجازت ملی ہے۔ اس کے مطابق آپ کا سلسلۂ طریقت صرف آٹھ واسطوں سے اس طرح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے:

☆ حضرت شاہ محمد رکن الدین علیہ الرحمہ (م۔۲۱ر شوال المکرّم ۱۳۵۵ھ)

☆ خواجہ ضیاء معصوم علیہ الرحمہ (م۔۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ)

☆ خواجہ عطا معصوم علیہ الرحمہ (م۔)

---

[1] ان بزرگوں کے سنین وفات شجرہ عالیہ نقشبندیہ مظہریہ مسعودیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۷ء سے لیے گئے ہیں — طاہر

☆ شاہ عبدالباقی علیہ الرحمہ (م۔ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ)

☆ شاہ صفی اللہ علیہ الرحمہ (م۔ ذیقعد ۱۲۱۲ھ)

☆ حاجی غلام محمد معصوم علیہ الرحمہ (م۔ ۵/ ذی الحجہ ۱۱۶۱ھ)

☆ خواجہ محمد اسماعیل علیہ الرحمہ (م۔ ۱۱۳۶ھ)

☆ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ (م۔ ۹/ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ)

☆ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (م۔ ۲۸/ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ) [۱] [۲]

اجازت و خلافت:

روحانی تربیت کے بعد مرشد کامل اور والد ماجد حضرت مولانا رکن الدین شاہ علیہ الرحمہ نے آپ کو چہار سلاسل میں اجازت مرحمت فرمائی اور ۸/ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ/ ۲۳/ دسمبر ۱۹۳۶ء [۳] کو سند خلافت و جانشینی سے سرفراز فرمایا۔ الحمد للہ آپ کے فیض روحانی سے ہزاروں انسان مستفیض ہوئے۔ [۴]

آپ کو اجازت و خلافت ملنے کے پس منظر کو فاروق احمد خاں نے بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا رکن الدین علیہ الرحمہ کے اس عالم فانی سے پردہ فرمانے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے، لیکن آپ نے ابھی تک اس منصب کے اہل بیٹے کو اجازت و خلافت سے سرفراز نہیں فرمایا۔ حکیم احمد حسین کے والد گرامی مولانا فخر الدین بار بار یاددہانی کرا رہے ہیں اور اجازت نامہ عطا کرنے پر مصر ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں کہ ہاں لکھوں گا۔

ایک شب جبکہ استغراق کلی تھا، زبان پر کلمات جاری ہوئے:

”بہت اچھا کل ضرور دے دوں گا۔“

کچھ ہوش آنے پر دریافت کیا گیا کہ حضرت کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے تھے، فرمایا:

۱۔ سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، ص ۳۰۲

۲۔ ان بزرگوں کے سنین وفات ”تجلیات ضیائے معصوم“ مرتبہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء سے لیے گئے ہیں ——— طاہر

۳۔ جہانگیر صد سالہ جنتری، مطبوعہ لاہور

۴۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۰۹

”تمام سلاسل کے پیران عظام اور اولیاء کرام کی ارواح طیبہ یہاں موجود تھیں اور ہم سے کہہ رہی تھیں کہ مولوی محمود کو اجازت وخلافت عطا کرنے میں اب دیر نہ کرو، تو ان کے جواب میں یہ کلمات میری زبان پر تھے۔“

۱۸رشوال المکرّم ۱۳۵۵ھ/۲۳ردسمبر ۱۹۳۶ء کو حضرت نے اپنے دست مبارک سے اجازت نامہ تحریر فرمایا اور ۲۰رشوال المکرّم کو سب کو جمع کرنے کا حکم دے دیا۔ ۲۰رتاریخ کی وہ ساعت دل افروز آ پہنچی۔ سب سے پہلے حضرت نے ان مختلف تبرکات کی زیارت کا حکم دیا، جو آپ کے پاس برسوں سے موجود تھے۔ اس کے بعد مختصراً تقریر فرمائی جس کے آخر میں فرمایا:

”اسی طرح چلا آرہا تھا کہ سلف اٹھتے جاتے ہیں اور پچھلے ان کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ ہم بھی اس دنیا سے جارہے ہیں اور اپنی جگہ مولوی محمود سلمہٗ کو اپنا جانشین بناتے ہیں۔ ہم کو جو کچھ ہمارے پیروں سے ملا وہ سب ہم نے مولوی محمود کو دیا۔“

الغرض حضرت نے اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمہ کا وہ صافہ جو انہوں نے حضرت کو خلافت کے وقت عطا فرمایا تھا، وہ اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالمجید صاحب جو اس محفل میں موجود تھے، ان کو دیا تا کہ وہ اپنے مبارک ہاتھوں سے حضرت شاہ محمد محمود صاحب کے سر پر باندھیں۔ ان کی دستار بندی کے بعد اپنے ہاتھوں سے خرقہ پہنایا اور وہ اجازت نامہ جو اپنے دست مبارک سے تحریر کر لیا تھا، مرحمت فرمایا۔

ع کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

پھر حضرت قبلہ شاہ محمد محمود صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

”تم ماشاء اللہ خود عالم ہو، اس لیے تمہیں نصیحت لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہارا علم ہر جگہ خود تمہاری رہبری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی معیت اپنے ساتھ رکھنا۔ تعویذوں کی جو ہماری بیاض ہے اس کی بھی ہم تم کو اجازت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں کہیں سے تم کو ملے اسے لے لینا لیکن اس کو اپنے پیروں کی طرف سے سمجھنا۔ یہ

فقیر کی آخری شب ہے، فاتحہ میں ہمیں یاد رکھنا ـــــــ ہماری قبر میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مزار پُر انوار کی خاک جو ہمارے پاس ہے وہ ڈال دینا اور اپنا علاقہ ''ذات بحث'' سے قائم رکھنا۔''

حضرت صاحب کے خرقہ خلافت عطا فرمانے کے بعد دستور اسلاف کے مطابق جانشین حضرت والا کو مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ نے نذر گزاری۔ اس کے بعد تمام حاضرین محفل نے خلوص بھرے نذرانے پیش کیے۔

اسی دن شام کو عبدالحفیظ غوری صاحب دو اشخاص کو حلقہ ارادت میں داخل کرانے کیلئے احمد آباد سے لائے۔ حضرت مولانا رکن الدین صاحب نے خود بیعت نہیں فرمایا بلکہ ایک شخص کو حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی طرف بھیجا اور دوسرے شخص یعنی عثمان بھائی[1] کو حضرت شاہ محمد محمود صاحب کی طرف رجوع کرایا اور فرمایا:

''ہمارے سامنے آپ دونوں حضرات بسم اللہ کریں۔''

خلافت نامہ:

فارسی زبان میں تحریر کردہ خلافت نامہ اور اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین حمدا یّوافی نِعَمَہٗ ویکافی مزید کرمِہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمّد رسولِہٖ والِہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

امابعد فقیر حقیر مسکین شیخ محمد رکن الدین انصاری نقشبندی مجددی الوری می گوید ہرگاہ بدعیۂ سرمدی وجذبۂ ابدی، فرزندی حکیم مولوی محمد محمود سلمہٗ الودود بشوق ورغبت خود رجوع بفقیر آوردہ داخل خاندان عالی شان نقشبندیہ شدو تا عرصہ دہ سال مجاہدات و ریاضات کشید، الحمدللہ والمنۃ کہ دریں ضمن نسبت قلبیہ ولطائف ستہ باحسن وجوہ نصیب اوگشت حتیٰ کہ بجذبہ ایں طریقہ بمقام صحو وسکر رسیدہ بفناء وبقاء واصل کشتند واز

[1] گویا عثمان صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ محمودیہ کا نقطۂ آغاز ہیں ـــــ طاہر

مرتبہ ظلّ تا بہ اصل رسید ند دریں اثناء از نسبت شریفہ قادریہ و چشتیہ ہم فیض یاب گرویدند، لہٰذا عزیز گرامی وجود را بنظر انتشار فیضانِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام برائے ہدایت طالبین اجازۃ دادہ شد، ایں فقیر راایں ہر سہ نسبت علیحدہ علیحدہ بایں طریق رسید، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ بوساطت قطب الاقطاب شیخ المشائخ جامع علوم ظاہری و باطنی کاشف اسرار جلی وخفی حضرت مولانا مولوی مفتی رحیم بخش صاحب الملقب بمولانا مسعود شاہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ حاصل شد وحق تعالیٰ نسبت طریقہ عالیہ قادریہ و چشتیہ شریفہ بواسطہ حضرت خواجہ کامل اکمل، شیخ محمد ضیاء معصوم در مقام مکہ معظّمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً از کمال فضل وکرم خود از ہر دو نسبت مشرف ساخت، پس فقیر ایں ہمہ ہر سہ نسبت مکسوبہ خود را، بمولوی وحکیم محمد محمود سلمہٗ الودود رسانیدم و برجائے خود نشاندم، اللہ تعالیٰ بطفیل حبیب پاک ﷺ در برکت پیران کبار علیہم الرضوان از وجود نیک مسعود برخوردار موصوف ایں جانشینی را مبارک و آباد فرماید و برخوردار بسعی تمام تصرف بر طالبان کردہ بوصل الٰہی رسانند وز ایں ہمت وتصرف ثواب عظیم واجر عظیم حاصل کنند، بمنہ وفضلہٗ

محررہ	دستخط
بتاریخ ھشیر دہ شوال المکرّم ۱۳۵۵ھ	فقیر حقیر

محمد رکن الدین نقشبندی مجددی الوری

ترجمہ خلافت نامہ:

''فقیر حقیر مسکین شیخ محمد رکن الدین انصاری نقشبندی مجددی الوری عرض کرتا ہے کہ جس وقت بداعیہ سرمدی و جاذبہ ابدی میرے فرزند حکیم مولوی محمد محمود سلمہٗ الودود اپنے شوق اور رغبت سے فقیر کی طرف رجوع ہو کر خاندان عالیشان نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور دس سال تک مجاہدات وریاضات کئے۔ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ اس ضمن میں ان کو نسبت قلبیہ اور لطائف ستہ سے باحسن وجوہ حصہ ملا۔ حتیٰ کہ اس طریقہ

کے جذب نے ان کو مقام صحو وسکر میں پہنچا کر مرتبۂ فنا و بقا سے واصل کر دیا۔ اور وہ مرتبۂ ظل سے مرتبہ اصل تک پہنچ گئے۔ اسی اثناء میں وہ قادریہ اور چشتیہ کی نسبت شریفہ سے بھی فیضیاب ہوئے۔ لہذا عزیز گرامی وجود کو انتشار فیضان محمدی علیہ والصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر طالبین کی رشد وہدایت کیلئے اجازت دی گئی۔ اس فقیر کو یہ تینوں نسبتیں علیحدہ علیحدہ اس طریقہ پر پہنچیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت قطب الاقطاب شیخ المشائخ جامع علوم ظاہری و باطنی کاشف اسرار جلی وخفی حضرت مولانا مولوی مفتی رحیم بخش صاحب کا لقب مولانا مسعود شاہ صاحب، نور اللہ مرقدہٗ ان کے واسطے سے حاصل ہوئی ——— اور حق تعالیٰ نے طریقہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ شریفہ کی دونوں نسبتوں سے بواسطہ حضرت خواجہ کامل واکمل شیخ محمد ضیاء معصوم، مکہ معظّمہ زادہ اللہ شرفاً وتعظیماً، میں اپنے انتہائی فضل و کرم سے مشرف فرمایا۔

لہذا فقیر کو جو یہ تینوں نسبتیں پہنچیں وہ تمام کی تمام فقیر مولوی حکیم محمد محمود سلمہٗ الودود کو پہنچاتا ہے، اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حبیب پاک ﷺ کے طفیل اور پیران کبار علیہم الرضوان کی برکت سے برخوردار موصوف کے نیک اور مسعود وجود سے اس جانشین کو مبارک اور آباد فرمائے اور برخوردار کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ طالبان حق پر تصرف کر کے ان کو ''وصل الٰہی'' تک پہنچائیں اور ہمت وتصرف سے عظیم اجر اور ثواب حاصل کریں۔''[1]

حضرت مفتی صاحب کو اپنے والد ماجد قدس سرہٗ العزیز بھی خلافت واجازت حاصل ہے۔[2]

ھجرت و سکونت:

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت راجپوتانہ میں زبردست فسادات پھوٹ پڑے تھے۔ چنانچہ طوعاً وکرھاً آپ نے الور سے ہجرت فرمائی اور دہلی تشریف لائے ——— آپ کا عظیم کتب خانہ جو علمی نوادرات سے معمور تھا، فسادات کی نذر ہوگیا۔ وہ حویلی جو کبھی علم و دانش اور روحانیت کا مرکز تھی، آج اس کو بصد حسرت و یاس الوداع کہہ رہے تھے۔ ؎

از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

دہلی میں قیام کیے ہوئے کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ سرزمین بھی فسادات کی لپیٹ میں آگئی اور یہاں کی وسیع و عریض فضائیں مسلمانوں کے لیے تنگ ہوگئیں۔ چنانچہ آپ نے یہاں سے بھی ہجرت کی، اور پاکستان تشریف لے آئے اور حیدرآباد میں مستقل قیام فرمایا۔

شروع شروع میں یہاں کی فضا کچھ بیگانہ سی تھی مگر آپ کے حسن خلق کی کرشمہ سازیوں اور سحرانگیزیوں نے جلد ہی اس بیگانہ ماحول کو سازگار بنالیا اور عمائدین شہر اور عوام الناس آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مقبولیت عام حاصل ہوگئی۔

؎ ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانہ میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

آپ نے حیدرآباد میں محلّہ ہیرآباد میں قیام فرمایا۔ مکان سے قریب آزاد میدان کے نام سے زمین کا ایک وسیع و عریض قطعہ تھا۔ آپ نے بسم اللہ کہہ کر اس میدان میں نماز باجماعت ادا کی۔ ان سجدوں کی معجزنما تاثیر تھی کہ کچھ عرصہ کے بعد یہاں عارضی مسجد بن گئی۔ پھر ایک نیک دل انسان حاجی محبوب الٰہی صاحب جو آپ کے معتقدین میں سے ہیں، انہوں نے زرِ کثیر صرف کرکے شاندار مسجد تعمیر کرادی۔ جو اب جامع مسجد آزاد میدان کے نام سے مشہور ہے۔

بر مینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ گہ صاحب نظراں خواہد بود[1]

---

[1] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۱۱

دیگر دینی خدمات:

حضرت مفتی صاحب ۱۹۴۷ء سے برابر اس مسجد میں نماز جمعہ سے قبل فاضلانہ تقریر فرماتے رہے۔ جو پُر تاثیر ہوتی۔ آپ نے ایک عرصہ حیدرآباد کی مرکزی مساجد، مسجد مائی خیری اور مدینہ مسجد وغیرہ میں درس قرآن کریم دیا۔ جس نے قبول عام کا شرف حاصل کیا۔

عرصہ ہوا ''جامع مسجد آزاد میدان'' میں ''رکن الاسلام جامعہ مجددیہ'' کے نام سے ایک علمی ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ جہاں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم کے علاوہ فن تجوید و قراٴت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ ملک کے مختلف گوشوں کے بہت سے طلبہ اس وقت یہاں زیر تعلیم ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی زندگی بے نیازانہ گزاری۔ مخلوق خدا کی بے لوث خدمت میں ہمہ وقت مصروف رہے:۔

- اپنے علم و فضل سے
- اپنی روحانیت سے اور
- اپنے کمال طبابت سے

جس طرح بھی ممکن ہوتا خدمت فرماتے۔ فی زمانہ ہذا ایسے علماء و صوفیہ عنقا ہو چکے ہیں۔ اکثر و بیشتر علماء و صوفیہ گو بظاہر کتنے ہی بے نیاز نظر آتے ہوں مگر نیاز مندی ان کے قلب میں جاگزیں رہے۔

ع اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

یہی وجہ ہے کہ آپ کی مجلس میں امراء و غرباء سب ہی آتے اور مستفیض ہوتے۔

آپ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے۔ پاکستان کے بیشتر شہروں میں آپ کے مریدین و معتقدین موجود ہیں [1]

حضرت مفتی اعظم کی آپ سے محبت و شفقت:

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ ایسی محبت جس

---

[1] تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۱۱

(۵) حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کو پاکستان لانے کے لیے تمام کوششیں حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ہی تھیں، اور پھر وہی ہر وقت حضرت علیہ الرحمہ کے ساتھ رہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کو ان کے بغیر ایک لمحہ چین نہیں آتا تھا۔ تمام ملاقاتیں، ضیافتیں منظور کرنا، ہر جگہ آنا جانا سب حضرت علامہ مفتی محمد محمود علیہ الرحمہ کے اختیار اور انتظام میں تھا۔ اگر کوئی حضرت سے کچھ وقت طلب کرتا یا دعوت کرتا تو حضرت علیہ الرحمہ فرماتے: ''ان سے پوچھو۔''[۱]

مکاتیب گرامی کے متون سے قطع نظر اگر القاب ہی کا مطالعہ کیا جائے تو ان سے بھی ایک خاص تعلق کی مہک آرہی ہے۔ چونکہ یہ القاب ادبی حیثیت سے بھی اہم ہیں۔ اسلئے چند منتخب القاب نقل کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مکاتیب سے اقتباسات پیش کیے جائیں گے:

☆ ربیع فوادی ومنتہائے مرادی، سندی ومعتمدی ادام اللہ حیاتکم۔[۲]

☆ الزکی المخلص العزیز الشہیر سلمہم الرب القدیر وہون علیہ کل امر عسیر۔

☆ صاحب الفضائل العلمیہ والمناقب المرضیہ لازالت شموس ہدایتکم۔[۳]

☆ قرۃ العیون وفرحۃ القلوب المحزون سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔[۴]

☆ حبی وشریکی فی الحزن والسرور سلمہم الولی الشکور۔[۵]

☆ الکہف الشامخ الحریز والزکی المخلص العزیز ادام اللہ تعالیٰ علیہ سوابغ النعم

☆ عزیز الوجود المولٰینا الاحمد الحمید المحمود رفع قدرہ الودود۔[۶]

☆ الی حضرت المجد الباہر والطالع السعید الزاہر سلمہم اللہ تعالیٰ۔[۷]

☆ فرید الذات والصفات رفع اللہ منہم منار السلام

☆ البحر الراسخ النقلی سلمہم اللہ للفظ الخفی۔[۸]

۱۔ محمد یونس باڑی، شیخ: انوار مظہریہ، ص ۱۲۱/۱۲۳، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء

۲۔ مکتوب محررہ ۶ / اکتوبر ۱۹۵۱ء

۳۔ مکتوب محررہ مئی ۱۹۵۳ء

۴۔ مکتوب محررہ جولائی ۱۹۵۹ء

۵۔ مکتوب محررہ ۱۹۶۶ء

۶۔ مکتوب محررہ، جون ۱۹۵۰ء

۷۔ مکتوب محررہ ۲۴ فروری ۱۹۶۵ء

۸۔ مکتوب محررہ ۳۱ / اگست ۱۹۶۱ء

حضرت مفتی صاحب کے نام حضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز کے چالیس مکاتیب گرامی محفوظ ہیں۔ بعض مکاتیب کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

○

''العزیز کی علالت کا حال معلوم کر کے سخت فکر لاحق ہو گیا ہے۔ شافی مطلق شفائے کاملہ عاجلہ سے سرفراز فرما کر اس فکر کو دور فرمائے۔ تمہاری علالت کی خبر کیا ہوتی ہے کہ قلب ضعیف سے رہی سہی قوت بھی کھو دیتی ہے، جس کی وجہ سے کسی عضو میں بھی قوت نہیں رہتی۔ ہر عضو میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ اب شاید صحت کی خبر کچھ مداوئی کر سکے۔[1]

○

''میرے عزیز تم نے کتابوں کے متعلق بعض ایسے جملے لکھ دیئے[2] جن کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، جب بھی جواب کا ارادہ کرتا ہوں اور ان کلمات پر نظر پڑتی ہے، دل بھر آتا ہے اور قابو میں نہیں رہتا —— میرا کتب خانہ تمہارا ہی ہے۔ اگر آپ آ جائیں تو اپنی پسند کی کتابیں لے جائیں۔ بلکہ جو کتاب کتب خانہ میں نہ ہو گی اس کو خرید دیا جائے گا، آپ ہرگز فکر نہ کریں۔''

○

''نامہ العزیز باعث سکون ہوا مگر نہ معلوم کیا وجہ کہ جب تمہارا خیال آتا ہے، قلب میں درد محسوس کرتا ہوں۔ ترجمہ کی کیفیت[3] نے نہایت درجہ مسرور کیا لیکن پھر بھی قلب کا وہی حال ہے۔ ان آنکھوں سے دیکھنے کو بہت طبیعت لوٹتی ہے مگر اسے سمجھایا جاتا ہے کہ مرضی مولیٰ میں تجھے کچھ چون و چرا کی گنجائش نہیں۔''[4]

---

[1] مکتوب محررہ ۱۶ / اکتوبر ۱۹۵۱ء

[2] حضرت مفتی محمود صاحب کا الور میں عظیم کتب خانہ تھا، جس میں نوادر کا بڑا ذخیرہ تھا، ہنگامہ ۱۹۴۷ء میں یہ علمی سرمایہ تباہ و برباد ہو گیا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس محرومی پر اظہار غم و الم کیا ہو گا۔ جس نے حضرت کو بھی مبتلائے غم کر دیا۔

[3] حضرت مفتی صاحب مسجد خیری، حیدر آباد میں عرصہ تک قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر بیان فرماتے رہے، یہاں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

[4] مکتوب محررہ ۸ / نومبر ۱۹۵۱ء

○

''فقیر بخیریت ہے البتہ تمہاری فرقت باعث وحشت ہے۔ امید ہے کہ تقریب شادی سے[1] فراغت پالی ہوگی۔ اس میں شرکت سے محرومی پر جہاں تک افسوس کروں بجا ہے۔ لیکن مشیت کے سامنے یہ بھی موجب عدم رضا ہے۔ پس سوائے صبر کے چارہ نہیں۔ وہ تعالیٰ آپ کے اور ہم سب کے لیے مبارک کرے۔ افسوس کہ جبر کیا جاتا ہے لیکن طبیعت نہیں مانتی اور گریہ کا دامن تھامتی ہے۔ وہ تعالیٰ اپنی مرضی پر رضا کی توفیق عطا فرمائے ——— میں آپ کو بار بار لکھتا ہوں کہ یہ کتابیں سب تمہاری ہیں جو کتاب چاہیں شوق سے منگوالیں لیکن آپ اس میں تامل کرتے ہیں، تمہارے پاس ان کتابوں کا ہونا میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔ بالکل یقین کریں یہاں تک کہ اگر کسی کتاب کا میرے پاس ایک ہی نسخہ ہو تب بھی طلب کریں۔''[2]

○

''میرے معلم عبیدالرحمٰن مکی تھے۔ مجھ کو انہوں نے بہت آرام دیا تھا سرکار ابد قرار کی حضور میں دعا کرنے کو ممنوع سمجھتے ہوئے وہ قبلہ رخ مسجد شریف کے کونے میں دعا کراتے ہیں۔ اس لیے میں نے آپ کو لکھا تھا کہ آپ کو اس بارگاہ سے رخ پھیرنے کی ضرورت نہیں ——— میں کیا بتلاؤں کہ میری طرف سے اس سرکار میں آپ کیا عرض کریں، آپ تو کچھ عرض کر بھی دیں گے، میری زبان نے بوقت حضوری یاری دی نہ اب دیتی ہے۔[3][4]

○

''اس مرتبہ تو آپ نے بہت ہی ترسایا۔ روزانہ ڈاک میں آپ کے خط کو تلاش

---

[1] حضرت مفتی صاحب کی بڑی صاحبزادی صاحبہ کی شادی کی طرف اشارہ ہے، جن سے حضرت کو بے حد محبت تھی۔

[2] مکتوب موصولہ ۲۴ رجنوری ۱۹۵۲ء　　[3] مکتوب موصولہ یکم مئی ۱۹۵۲ء

[4] حضرت مفتی صاحب ۱۹۵۲ء میں زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ مکتوب گرامی اسی موقع پر لکھا گیا ہے۔

کرتا تھا، لیکن ناکام۔ آخر کل یوم دوشنبہ یہ مبارک گھڑی لایا۔ علالت کی خبر نے مضمحل کیا۔ وہ قائم وقیوم (عمر) طویل فرمائے مگر مع الخیر والعافیہ اور مخلوق کو فیض یاب فرمائے میرے عزیز ملاقات کی جو تڑپ آپ اپنے قلب میں پاتے ہیں، وہ میری تڑپ کی صرف جھلک ہے۔[1]

○

''فقیر بخیریت۔ مجھے نہ آپ کا خط موصول ہوا نہ حکیم صاحب کا۔ میں تو ہمیشہ انتظار ہی میں رہتا ہوں۔ بکثرت خطوط آتے ہیں جن کا جواب پریشان کن ہوتا ہے اور جس کی طرف ہر وقت نظر لگی رہتی ہے، اس طرف سے آخر شب کو نظر محروم پھرتی ہے۔ کس بچہ کے نام کی فرمائش ہے؟ کیا میں اپنی دعا میں کامیاب ہو گیا ہوں ——— اگر میرا مقصود بر آ گیا ہے تو اس کا نام محمد مقصود ہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور آپ نے کوئی تجویز کرلیا ہو تو پھر وہ بہتر ہے۔''[2-3]

○

''پاسپورٹ مل جانے پر شکر ادا کیا۔ اب ویزا کیلئے دعا ہے کہ زندگی میں تمہاری زیارت میسر ہو جائے۔ اگر ممکن ہو تو عزیزہ بھی اگر ساتھ ہوں تو وہ زیادہ بہتر ہے کہ ننھے میاں کے دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ گو مخلوق کی طرف سے اب التفات قلب میں نہیں پاتا۔ لیکن بایں ہمہ جب عزیزی یاد آجاتا ہے تو اس کی ملاقات کی دل میں خواہش پاتا ہے، ——— حُسن خاتمہ کیلئے دعا کرتے رہیں۔''

○

''خدا جانے دل کیوں چاہا لیکن مزاج کیفیت مشاہد پر موقوف ہے۔ میں نے دونوں عریضوں کا جواب دے دیا تھا، اس میں یہ لکھا تھا کہ موصی اولیٰ تم ہو۔ بہتر سے

1۔ مکتوب موصولہ ۶ رفروری ۱۹۵۴ء   2۔ مکتوب موصولہ ۲۵ راپریل ۱۹۵۴ء

3۔ حضرت مفتی صاحب کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ عرصہ دراز کے بعد فرزند ارجمند تولد ہوئے جن کا نام محمد زبیر رکھا گیا۔ حضرت قبلہ نے کنیت ابوالخیر تجویز فرمائی۔ اس مکتوب گرامی میں اسی طرف اشارہ ہے۔

بہتر کتابیں اپنے حصے کی پوری لے جانا کہ مجھے اس سے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔''[۲]

○

''فقیر ابھی علیل ہے۔ آپ کی علالت کی خبروں نے نہایت ہی مضمحل کر رکھا تھا۔ کل جب سے آپ کا خط مطالعہ کیا ہے یکدم فرق محسوس کرنے لگا۔ چنانچہ کل بارہویں کیلئے مسجد میں گیا تو بہت دشواری سے پہنچا۔ لیکن جب آپ کا خط دیکھنے کے بعد واپس آیا تو بلا سہارے اور تکلف گھر پہنچ گیا۔ وہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ سے سرفراز فرمائے کہ وہ میرے لیے باعث صحت ہے۔''

○

''نامۂ گرامی نے قلب مضطر میں وہ طلاطم پیدا کر دیا جس نے جواب کی تحریر کے قابل نہیں رکھا۔ لیکن کچھ نہ کچھ تو جواب دینا ضروری ہے۔ اس لیے چند کلمے لکھنے ہی پڑے، یہ صحیح ہے کہ اس شوق کے آگے کسی دوسرے ذوق کی نہیں چلتی۔ وہ تعالیٰ کماحقہٗ اس کے برکات سے مستفیض فرمائے ـــــــ اول تو ایسی کوئی غلطی نہیں ہوئی اور ہوئی ہی ہو تو میں نے معاف کی۔ امید ہے کہ تم بھی میری غلطیاں معاف کر دو گے۔ میں جو لکھنا چاہتا ہوں لکھا نہیں جاتا۔ جب لکھنے کا خیال کرتا ہوں، گریہ دامن گیر ہو جاتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیا لکھنا چاہتا ہوں اور کیا تم سے تمنا رکھتا ہوں ہر مقام پر دعا کی ـــــــ''

○

''آپ تو سرگرم محفلوں میں مسرور رہتے ہیں۔ آپ کو کیا خبر کہ محبت کا مارا مر رہا ہے۔ میں وصیت نامہ موصی الیہ جناب کو لکھ رہا ہوں۔ اپنے حصے کی کتابیں کوئی نہ چھوڑیں سب لے لیں، زبیر سلمہٗ مع الخیر کے کام آئیں گی۔''[۳]

---

[۱] مکتوب موصولہ ۵ر جنوری ۱۹۶۶ء

[۲] یہ مکتوب گرامی اسی سال تحریر فرمایا ہے جس سال حضرت کا وصال ہوا ـــــــ اس سے بھی حضرت کے وصال کا اشارہ ملتا ہے۔

[۳] مکتوب محررہ ۱۹۶۶ء

تصنیف و تالیف:

حضرت مفتی صاحب کا بیشتر وقت چونکہ خدمت خلق خدا میں گزرا، اس لیے تصنیف و تالیف کے لیے بہت کم وقت ملتا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائیں:

☆ مصباح السالکین فی احوال رکن الملت والدین، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء

☆ رکن دین[1]	حصہ تیسرا، کتاب الصیام	مطبوعہ سیالکوٹ
☆ رکن دین	حصہ چوتھا، کتاب الحج	مطبوعہ سیالکوٹ
☆ رکن دین	حصہ پانچواں، کتاب الزکوٰۃ	مطبوعہ سیالکوٹ
☆ دعاؤں کا مجموعہ		غیر مطبوعہ
☆ خلاصہ مثنوی		مطبوعہ[2]

خلفاء وسفراء:

مفتی محمد محمود شاہ الوری علیہ الرحمہ کے خلفاء میں حسب ذیل حضرات شامل ہیں:

☆ حکیم مشتاق احمد، کراچی (م۔ جولائی ۲۰۰۲ء)[3] (تلمیذ رشید حاذق الملک حکیم اجمل خاں)

☆ حکیم احمد حسین، حیدرآباد (تلمیذ حکیم محمد مظفر)

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی (ابن مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ)

☆ مفتی محمد مظفر احمد، دہلی (م۔ ۱۹۷۱ء) (ابن مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ)

۱۔ آپ کے والد ماجد قدس سرہٗ العزیز نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی مشہور تصنیف رسالہ ''رکن دین'' کے باقی حصوں کی تکمیل آپ کریں۔ چنانچہ پاکستان آنے کے بعد آپ نے رسالہ ''رکن دین'' کے دوسرے حصے مدون کیے۔ ان میں تیسرا حصہ روزوں سے متعلق ہے۔ اس خشک مضمون کو ایسے اچھوتے انداز میں بیان کیا ہے کہ قاری داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ نے اس میں روزہ کے روحانی اور جسمانی فوائد، ان کی قسمیں، ان کے فضائل وغیرہ پر تقریباً ڈھائی سو عنوانات کے تحت بہ طریق سوال وجواب بحث کی ہے اور جابجا آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ اور سینکڑوں دیگر مستند کتب سے استفادہ فرمایا ہے۔ فی الحقیقت یہ کتاب حضرت مفتی صاحب کی علمی تحقیق کا شاہکار ہے ——— بقیہ حصص بھی ایسے ہی فاضلانہ انداز نگارش سے محیط ہیں۔ (تذکرہ مظہر مسعود، ص ۱۱۶)

۲۔ تعارف علمائے اہل سنت، ص ۳۲۵

۳۔ مکتوب گرامی قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی۔ مکتوب محررہ ۲۰/ جولائی ۲۰۰۲ء بنام ملک محمد سعید مجاہد آبادی۔

☆ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، حیدرآباد (زیب سجادہ درگاہ عالیہ نقشبندیہ محمودیہ)

☆ پروفیسر حافظ سید محمد مقصود علی، خیرپور (پرنسپل گورنمنٹ کالج، خیرپور)

☆ مولانا احمد خان، لطیف آباد (ڈبل ایم۔اے)

☆ حاجی چھٹمل قادری ونڈ (قوم میوات کا اچھا مقرر اور مبلغ جسے اس قوم کی اصلاح کی خاطر مفتی صاحب نے بطور سفارت، اجازت عطا فرمائی)۔[1]

☆ مولانا محمد اشرف مجددی، مہتمم جامعہ مجددیہ، سیالکوٹ۔[2]

وصال:

آپ کا وصال ۱۲/شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ/۱۱/اپریل ۱۹۸۰ء[3] بمقام ''گھنیئے کی'' ضلع قصور، پنجاب میں ہوا ــــــ انّاللّٰہِ وَانّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ!

ع موت کو سمجھا غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

آپ کے جسد مبارک کو دوسرے دن حیدرآباد، سندھ لایا گیا۔ آپ کے صاحبزادے نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار راجپوتانہ ہسپتال کے قریب جام شورو روڈ، حیدرآباد سندھ میں واقع ہے۔[4]

اولاد امجاد:

حضرت مفتی شاہ محمد محمود الوری علیہ الرحمہ اپنے والد گرامی کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے، مشیت ایزدی سے آپ کی نرینہ اولاد بھی ایک ہوئی۔ اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

فرزند ارجمند کا اسم گرامی صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر ہے ــــــ آپ آستانہ عالیہ رکنویہ محمودیہ کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸/رجب المرجب ۱۳۷۳ھ/۲۴/مارچ ۱۹۵۴ء[5] حیدرآباد، سندھ میں ہوئی۔

۱۔ تعارف علمائے اہل سنت، ص ۳۲۵۔ یادِ محمود، ص ۱۹، ۲۰

۲۔ سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، ص ۳۰۴

۳۔ جہانگیر صد سالہ جنتری ۴۔ یادِ محمود، ص ۲۹، ۳۰ ۵۔ جہانگیر صد سالہ جنتری

مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی اولاد کے ذیل میں لکھا ہے کہ ان کی زوجہ اول انور جہاں بیگم کے بطن سے دو صاحبزادے مولانا محمد مظفر احمد اور مولانا محمد مشرف احمد اور ایک صاحبزادی اختر بیگم تولد ہوئیں ——— اختر بیگم (زوجہ مفتی محمد محمود صاحب) کے بطن سے بکثرت اولاد ہوئی۔ مگر ان میں ایک صاحبزادے ابوالخیر محمد زبیر اور دو صاحبزادیاں مہر جہاں بیگم (زوجہ محمد فاروق) اور میمونہ بیگم (زوجہ محمد رضی) بقید حیات ہیں۔ اول الذکر کے ہاں ایک صاحبزادے محمد انیس اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔ اور مؤخر الذکر کے ہاں ایک صاحبزادی تولد ہوئیں [1]

صاحبزادہ صاحب نے درس نظامی کے سلسلے میں اکثر کتب والد ماجد اور مولانا محمد اشرف سیالوی وغیرہ سے پڑھیں ——— خیالی، مشکوٰۃ شریف اور میر زاہد، غلام یحییٰ، ملا حسن، مسلم الثبوت جیسی اہم کتب بندیال شریف خوشاب میں، علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ سے دو سال وہاں رہ کر پڑھیں ——— آخر میں دورۂ حدیث رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، حیدر آباد میں کیا اور سند حدیث حاصل کی۔ (۱۹۶۵ء تا ۱۹۶۹ء)

۱۹۹۴ء میں پی ایچ ڈی کیلئے ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' کے عنوان سے مقالہ لکھا اور سندھ یونیورسٹی، جامشورو سے ڈگری حاصل کی۔

ان دنوں درج ذیل اداروں سے وابستہ ہیں:

☆ مہتمم و شیخ الحدیث رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، حیدر آباد

☆ پرنسپل رکن الاسلام اورینٹل کالج، حیدر آباد

☆ مہتمم و سرپرست اعلیٰ جامعہ محمودیہ ٹرسٹ، لطیف آباد

☆ مہتمم و سرپرست اعلیٰ جامعہ تعلیمات محمدیہ ٹرسٹ، پھلیلی، حیدر آباد

☆ ممبر مرکزی مجلس عاملہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، لاہور

☆ ممبر مرکزی مجلس عاملہ جماعت اہل سنت پاکستان [2]

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، ص ۵۴۹، ۵۵۰

۲۔ یاد محمود، ص ۲۶، ۲۷

قطعۂ وفات:

آپ کے وصال پر محررہ قطعہ ہائے تاریخ وفات کیلئے ایک دفتر درکار ہے——

سابق رکن مجلس شوریٰ جناب کمال الدین سالار پوری جن کو الور میں قبلہ مفتی صاحب سے چند عربی کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل رہا ہے، انہوں نے آپ کی وفات پر یہ تعزیتی اشعار لکھ کر ارسال فرمائے:

جنید وقت و شبلی دوراں چلے گئے — شب زندہ دار عالم عرفاں چلے گئے
دھندلا گئے ہیں فقر وتصوف کے شب و روز — فکرونظر کے نیر تاباں چلے گئے
تھا جن کے دم سے سنت اسلاف کو فروغ — تھی جن کے دم سے عظمت انساں چلے گئے
اس گلشن حیات تصوف میں خلق کو — دیتے تھے جو پیام بہاراں چلے گئے
وہ جن کی تربیت نے دیا جذبۂ جنوں — جن سے ملا تصور جاناں چلے گئے
وہ اپنے بعد چھوڑ گئے شب الم — جو لے کے ساتھ صبح درخشاں چلے گئے

اب ہم ہیں اور کمالؔ خزاں کا طویل دور
جاں بہار و جانِ گلستاں چلے گئے [1]

---

[1] سندھ کے صوفیائے نقشبند، جلد دوم، ص ۳۱۰